احکام شرعیہ پر وقت اور حالات کا اثر: عہد صحابہ کے تناظر میں ایک علمی جائزہ

The Effect of Time and Conditions on the Shari'ah Rulings: A Review in the Context of the Companions-Period

ڈاکٹر اظاہر خان[i] استر اج خان[ii]

Abstract

Legal Maxims known as "Al Qawad ul Fiqhiyyah" play great role in the formation of Islamic issues and commands. They have a major part in the application of issues related to modern world.

The legal maxim "Al Fatwa tatagayaru be taguyyur el Zaman" has much significance in the settlement of Islamic matters, according to the need and attitude of people. As Companions of the Prophet (S.A.W) as a whole and particularly four caliphs are models for Muslims, to be followed, so this research paper concentrates on matters settled and commands enforced by caliphs, according to the circumstances.

Key Words: *Legal Maxims, Shari'ah Rulings, Companions period Al Fatwa tatagayaru be taguyyur el zaman*

قواعدِ فقہ اسلامی قانون کی عملی تطبیق میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی اہمیت کی بناء پر فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے ماہرین نے قواعد فقہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اپنے مذہب کے اہم اہم قواعد وضوابط بیان کیے ہیں۔ان قواعد کی وجہ سے مسائل فقہ کی عملی تطبیق آسان ہو جاتی ہے۔اسی طرح ان قواعد وضوابط کی بنیاد پر دور جدید کے اہم مسائل کے استنباط کا راستہ آسانی سے مل جاتا ہے۔

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

فقہ حنبلی کے نامور محقق حافظ ابن القیمؒ [1] نے اپنی کتاب اعلام الموقعین عن ربِّ العالمین میں لکھاہے:

الفتوٰی تتغیر بتغیرِ الزّمان[2].

" یعنی زمانہ (حالات) کی تبدیلی کی وجہ سے فتوی بدلتاہے۔"

مذکورہ قول فقہاء کے لیے ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حالات کے تناظر میں بدلنے والے مسائل لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اگران مسائل کا شمار کیا جائے تو دور جدید کے کئی اہم مسائل کے استنباط کا راستہ کھل جائے گا۔ یہ کام ایک طرف مشکل تو دوسری طرف انتہائی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اس سے واضح ہو جائے گا کہ کس حد تک حالات احکام پر حاوی ہیں اور وہ کون سے ایسے بنیادی احکامات ہیں جو کہ حالات کے بدلنے سے جوں کے توں رہتے ہیں۔

چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور خاص کر خلفاء راشدین کے فتاوی تمام فقہاء کے لیے قابل قبول اور مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لیےان فتاویٰ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مختصر مقالہ میں دور صحابہ کے چند مختص مسائل کو زیر غور لایا گیاہے جن کے احکام زمانے کی تبدیلی سے باقاعدہ تبدیل ہوئے ہیں اور ان کی تبدیلی ناگزیر حالات کا تقاضا بھی تھا۔ذیل میں چند نمونے پیش کئے جارہے ہیں:

عہد صحابہ میں حالات کے تناظر میں تبدیلی احکام کی چند مثالیں

1. جنگ یمامہ [3] اور جمع وتدوین قرآن

کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ [4] فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے قریب سیدنا ابو بکر [5] رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا جب کہ سیدنا عمر [6] رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ چونکہ قراءِ قرآن کے قتل میں جنگ یمامہ میں شدت دیکھی گئی،اس لیے مجھے خدشہ ہے کہ اگر دوسری جنگوں نے قراء کے قتل میں شدت اختیار کی تو قرآن کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے گا، لہذا تم قرآن کو جمع کرو۔ میری رائے یہی ہے کہ قرآن کو جمع کرو۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے کہا کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول

اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہو تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اگرچہ نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا ہے لیکن) یقیناً یہ کام خیر سے خالی نہیں ہے۔ پھر سیدنا عمرؓ بار بار مجھے مشورے دیتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اسی کام کے لیے کھول دیا اور میری رائے بھی سیدنا عمر کی رائے کے مطابق ہو گئی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھے تھے کہ تم عقلمند اور جوان ہو اور (دوسری بات یہ ہے کہ) ہم تمہارے بارے میں کسی وہم کا شکار بھی نہیں ہیں کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن لکھتے تھے، لہذا قرآن کو چھان چھان کر جمع کرو۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اس ذمہ داری سے ہلکا پڑتا۔ میں نے کہا: تم کس طرح ایسا کام کرتے ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ کام خیر سے خالی نہیں ہے۔ پھر میں بار بار اس معاملے میں رجوع کرتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا اور تب میں نے قرآن جمع کر دیا[7]۔

تجزیہ

نبی کریم ﷺ قرآن کریم کی یاد پر زور اور تاکید فرماتے تھے، جس کا مقصد حفاظت قرآن تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جنگ یمامہ[8] میں جنگ احد اور بیر معونہ[9] کی طرح ۷۰ قراء شہید ہوئے[10]، تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں جمع قرآن کی بات ڈال دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کر دیا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے پس و پیش کرتے رہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود قرآن کریم جمع کرنے کا اہتمام فرمایا تھا نہ کسی حدیث میں صراحۃً یا اشارۃً اس کی تاکید کی تھی۔ اس بناء پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے اقدام کو جسارت سمجھ کر انکار کیا لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار کہنے سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے جمع قرآن کو بہتر سمجھا۔ تب خلیفہ رسول ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیا لیکن سیدنا زید بن ثابتؓ کے ذہن میں بھی وہی سوال ابھرا کہ جو کام رسول کریم ﷺ

نے نہیں کیا ہے میں اس کام کی جرأت کیسے کروں! آخر کار آپؓ نے بھی تقاضائے وقت کو سمجھتے ہوئے جمع قرآن میں بہتری سمجھ کر اسے عملی جامہ پہنا دیا۔

خلاصہ یہ کہ مقصد قرآن کریم کی حفاظت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے صدری حفاظت پر اکتفاء کیا لیکن خلفاء نے فتنوں کے بڑھتے ہوئے رجحان اور حفاظ صحابہ کی شہادت کی وجہ سے قرآن ضائع ہونے کا خطرہ بھانپتے ہوئے ایک مصحف میں جمع قرآن کا فیصلہ حتمی سمجھا جو کہ اپنے وقت کے اعتبار سے انتہائی اہم فیصلہ تھا۔اس طرح کے حالات سیدنا عثمانؓ کے دور میں بھی پیش آئے جس کی وجہ سے آپؓ نے مصحف ابو بکرؓ سے ایسا نسخہ تیار کر دیا جس میں صرف قرأت قریش کا خیال رکھا اور باقی قرأتیں ہٹادیں۔اس کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ تفصیل ملاحظہ ہو:

2. دور سیدنا عثمان[11] رضی اللہ عنہ میں قرأت قریش پر اتفاق

عہد صدیق میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جس نسخہ میں قرآن کو یکجا کیا تھا، وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا[12] کے پاس بالترتیب پڑا رہا[13]۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس نسخہ کو منگوا کر اس سے مزید نسخے تیار کر کے مختلف اطراف میں بھیج دیے۔ کون سا ایسا اہم امر پیش آیا جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس نسخہ سے نقول تیار کرنے پر مجبور کر دیا حالانکہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے حفاظت قرآن کی خاطر قرآن کو ایک نسخہ میں جمع کر دیا تھا لیکن اس سے نقول تیار کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔اس کی تفصیل صحیح بخاری میں یہ ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ[14] فرماتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ[15] اہل عراق کے ساتھ ارمینیہ[16] اور اذر بائیجان[17] کی فتح میں اہل شام سے جنگ میں مصروف تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی قراءت میں اختلاف کی وجہ سے خطرہ محسوس ہوا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا: امیر المؤمنین! امت کو کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے سے بچاؤ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو قاصد بھیج کر کہا کہ مجھے وہ صحیفے بھیج دو۔ ہم اس سے دوسرے مصاحف تیار کر کے تمہیں واپس کر دیں گے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے سیدنا عثمان رضی

اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیے تو آپؓ نے سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبد اللہ بن زبیر[18]، سیدنا سعید بن العاص[19] اور سیدنا عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم[20] کو اس سے نقول تیار کرنے کا حکم دیدیا۔ انہوں نے مصاحف لکھ دیے۔ (نقول تیار کرتے وقت) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشیوں کو تاکید کی کہ جب تمہارا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا (کسی لفظ میں) اختلاف ہو تو اسے قریش کی لغت میں لکھ دو، کیونکہ قرآن ان کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے[21]۔

تجزیہ

حافظ ابن حجرؒ[22] نے قرأت قرآن میں مسلمانوں کے اختلاف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اہل شام سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ[23] کی قرأت جب کہ اہل عراق سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[24] کی قرأت اختیار کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے جس کا خدشہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا[25]۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دور اندیش نظر سے اس خطرہ کو محسوس کیا کہ صحابہ کی موجودگی کے باوجود مسلمان ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے ہیں۔ ممکن ہے آئندہ زمانے میں یہ فتنہ قتل وغارت یا اس سے بھی بڑھ کر امت مسلمہ کی تباہی کا باعث بن جائے۔ اس وجہ سے انہوں نے سیدنا عثمانؓ کو حالات کے پس منظر سے خبردار کر دیا۔ سیدنا عثمانؓ نے حالات کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے اس رائے کو پسند ضرور کیا لیکن اس کے باوجود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام پر فورا جرأت نہیں کی بلکہ صحابہ کے مشورہ سے اسے انجام دیا، چنانچہ سیدنا علی[26] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم سیدنا عثمان کا جمع قرآن کے بارے میں کوشش کو خیر ہی کہو کیونکہ انہوں نے یہ کام ہماری ایک معتدبہ جماعت (کے مشورے) سے ہی کیا ہے[27]۔

غرض یہ کہ قرآن کریم قیامت تک تمام امت کے لیے رشد وہدایت ہے لیکن مختلف قرائتوں کے پڑھنے کی وجہ سے امت مسلمہ مختلف فرقوں میں بٹ سکتی تھی، اس وجہ سے سیدنا عثمانؓ نے باقی قرائتیں ہٹا کر امت مسلمہ کو ایک قرأت پر جمع کیا۔ جمع وتدوین قرآن کریم کے متعلق خلفاء

کے دونوں فیصلے اتنے اہم تھے کہ اگر اس میں معمولی تاخیر بھی ہو جاتی تو امت مسلمہ کی پہچان مٹ جاتی۔

3. خواتین کی مسجد میں حاضری

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں خواتین بلا تردد مسجد آکر جماعت میں شریک ہوتی تھیں لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً تمام صحابہ کرام نے خواتین کو مسجد میں آنے سے روکا۔ روکنے کی وجہ کیا تھی؟ تفصیل ملاحظہ ہو۔

دور نبوی ﷺ میں خواتین مسجد میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز پڑھتی تھیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاص تاکید فرمائی تھی کہ اگر عورتیں تم سے مسجد میں آنے کی اجازت مانگے تو ان کو منع نہ کرو[28]۔

بات صرف اس حد تک محدود نہیں تھی بلکہ صبح اور عشاء کا اندھیرا بھی ان کے لیے مسجد میں حاضر ہونے سے حائل نہیں تھا، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر عورتیں تم سے رات کو (نماز عشاء کے لیے) مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دیدو[29]۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے نماز عشاء کو اتنا مؤخر کر دیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو آواز دینی پڑی کہ بچے اور عورتیں سو گئیں[30]۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے بلال[31] سے عورتوں کو مسجد سے روکنے کا سن کر ان کو اتنی گالی دی کہ سالمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی زبان سے ایسی گالی کبھی نہیں سنی تھی[32]۔ دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا بلالؒ نے خواتین کی مسجد میں جانے سے روکنے کی وجہ یہ بتادی کہ عورتیں اسے (باہر نکلنے) کا بہانہ بناتی ہیں[33]۔

تجزیہ

مسجد میں خواتین کی حاضری پر نبی کریم ﷺ کی اتنی تاکید کے باوجود نبی کریم ﷺ کے انتقال فرمانے کے بعد تقریباً تمام صحابہ نے خواتین کو مسجد میں جانے سے روک دیا۔ اس کی وجہ

ہمیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ملتی ہے، چنانچہ فرماتی ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ اس (حالت) کا مشاہدہ فرمالیتے جو عورتوں نے (آپ ﷺ کے بعد) پیدا کی ہے تو ضرور ان کو منع فرماتے جس طرح کہ بنواسرائیل کی عورتیں منع کردی گئی تھیں[34]۔

سیدنا بلالؒ کی روایت گزر گئی کہ آج کل عورتیں اسے باہر نکلنے کا بہانہ بناتی ہیں لہذا ہم انہیں اجازت نہیں دیں گے۔

غرض یہ کہ صحابہ کرامؓ نے خواتین کے مسجد میں آنے پر پابندی کا فیصلہ زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے باعث کیا۔ اگر صحابہ کرامؓ یہ فیصلہ نہ کرتے تو شاید بعد میں کسی کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکے، جس کے باعث کتنے فتنے جنم لیتے؟۔ موجودہ دور کا ہر عاقل اس کا اندازہ لگاسکتا ہے۔

4. مؤلفۃ القلوب بطور مصرف زکوۃ

قرآن کریم ﷺ میں آٹھ مصارف زکوۃ میں مؤلفۃ قلوب کا شمار بھی کیا ہے لیکن سیدنا عمرؓ نے ان کو زکوۃ دینے سے منع فرمایا۔ قرآن کے مطابق مصرف زکوۃ ہونے کے باوجود ایسا فیصلہ کیوں کیا: تفصیل ملاحظہ ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں جن میں سے ایک مؤلفۃ قلوب ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مؤلفۃ قلوب یہود اور نصرانی تھے۔ احناف میں سے بعض فرماتے ہیں کہ مؤلفۃ قلوب سے مراد وہ کفار تھے جو کہ غلبہ اور تلوار سے اسلام نہیں لاتے بلکہ عطاء واحسان سے اسلام قبول کرتے، جب کہ بعض کے نزدیک مؤلفۃ قلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہرا اسلام قبول کیا تھا لیکن ان کے دلوں میں ابھی تک اسلام کی محبت موجود نہیں تھی[35]۔ ایسے لوگوں کو اسلام سے مانوس کرانے کی خاطر نبی کریم ﷺ ان کو زکوۃ دیتے تھے، کیونکہ قرآن کریم نے مصارف زکوۃ میں ان کا شمار کیا ہے۔

تجزیہ

مؤلفۃ قلوب کو زکوۃ دینے کا حکم ابتداء اسلام میں بالاتفاق موجود تھا، لیکن جب اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو زکوۃ دینے سے منع کر دیا۔ ان کو زکوۃ نہ دینے کی رائے صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نہیں تھی بلکہ تمام صحابہ اس پر متفق تھے، چنانچہ امام قرطبیؒ بعض علماء حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کو ذلیل کر دیا تو عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو زکوۃ نہ دینے پر متفق ہوئے[36]۔

غرض یہ کہ مؤلفۃ قلوب کو زکوۃ دینے کی وجہ ان کو اسلام سے مانوس کرانا تھا یا عطاء واحسان کے ذریعے اسلام میں داخل کرانا تھا۔ چونکہ دور نبوی ﷺ کے بعد ان دونوں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس وجہ سے تمام صحابہ نے ایسے لوگوں کو زکوۃ نہ دینے کے فیصلے پر اتفاق کیا۔

5. ملتقط اونٹ کا حکم

عربی لغت میں لقطہ سے مراد ہر وہ (قیمتی) چیز ہے جسے کوئی (راستہ وغیرہ میں) گرا پڑا دیکھ کر اٹھالے۔ پھینکے ہوئے بچوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے[37]۔ گم شدہ جانور بھی اس کے مصداق میں داخل ہیں چنانچہ ملتقط اونٹ سے مراد گم شدہ اونٹ ہے۔

دور نبوی اور دور سیدنا ابو بکر صدیق وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما میں گم شدہ اونٹ سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا لیکن سیدنا عثمانؓ نے اپنے دور میں ایسے کو محفوظ کرنے کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ تفصیل ملاحظہ ہو:

لقطہ کے بارے میں سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدو آیا اور لقطہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو، پھر اس کے برتن کی ساخت اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھو اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک بتادے (تو اس کا مال واپس کر دو) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر لو۔ صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایسی بکری کا کیا کیا جائے گا جس کے مالک کا پتہ معلوم نہ ہو؟

آنحضورﷺ نے فرمایا کہ وہ تمھیں یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیے کے حصے میں آئے گی۔ صحابی نے پوچھا: اور اس اونٹ کا کیا جائے گا جو راستہ بھول گیا ہو؟۔ اس سوال پر حضور اکرمﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپﷺ نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا سروکار؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر ہیں، اس کا مشکیزہ ہے اور پانی پر وہ خود پہنچ لے گا اور درخت کے پتے خود کھالے گا[38]۔

تجزیہ

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ملتقط اونٹ اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت میں سامان معیشت ودیعت کر رکھی ہے۔ نبی کریمﷺ، عہد صدیق اور عہد عمر رضی اللہ عنہما میں اس پر اسی طرح عمل جاری رہا لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حکم میں تبدیلی کی جس کی تفصیل موطا امام مالک میں ہے کہ ابن شہاب زہریؒ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک کوئی شخص گم شدہ اونٹ سے تعرض نہیں کرتا تھا لیکن سیدنا عثمان بن عفان نے اپنے دور خلافت میں اس کی معرفت (تشہیر) کے اعلان کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ (اگر تعریف کے باوجود مالک نہ ملے) تو پھر بیچ دیا جائے اور جب مالک آجائے تو اسے وہی قیمت عطا کی جائے[39]۔

امام زرقانیؒ فرماتے ہیں سیدنا عثمانؓ نے اونٹ کے التقاط کا حکم نامہ زمانہ میں خیانت پھیلنے کی وجہ سے جاری کر دیا اور بیچ کر قیمت محفوظ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ اونٹ کو ضائع ہونے سے بچانے کا زیادہ بہتر طریقہ ہے[40]۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء اور عام فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ (لقطہ کا) اٹھانا چھوڑنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اگر اٹھانے والا اسے چھوڑ دے تو اس کا امکان کم ہے کہ لقطہ خائن کے ہاتھ سے محفوظ رہے (اور اگر کسی خائن نے لقطہ اٹھایا) تو اسے مالک سے چھپا دے گا[41]۔

حافظ ابن ہمامؒ نے اس قول کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ شریعت کا مقصد لقطہ کو مالک تک پہنچانا ہے۔ (ابتدائی دور میں) پہنچانے کا طریقہ یہی (اونٹ کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا) تھا

لیکن جب زمانہ بدل گیا اور اس طریقہ میں ضیاع کا خدشہ بڑھ گیا تو بلاشک حکم مخالف یعنی حفاظت اور واپس کرنے کی خاطر اٹھانا بہتر ہو گیا[42]۔

خلاصہ یہ کہ مقصد اونٹ کی حفاظت کا تھا لیکن طریقہ کار، زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بدل گیا۔

6. طلاق ثلاثہ کا حکم

دور نبوی ﷺ میں ایک مرتبہ دی جانے والی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔ سیدنا عمرؓ نے فیصلہ جاری کر دیا کہ یہ تین طلاقیں ہوں گی۔ اس فیصلے پر کن حالات کا اثر پڑا؟ تفصیل ملاحظہ ہو۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں اور سیدنا عمرؓ کی خلافت میں بھی دو سال تک ایسا تھا کہ جب کوئی ایک مرتبہ تین طلاقیں دیتا تھا، تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ پھر سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس بات میں جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی، جلدی کرنا شروع کر دی ہے، سو اگر ہم تین ہی کو نافذ کر دیں تو مناسب ہے، چنانچہ انہوں نے تین ہی واقع ہو جانے کا حکم دے دیا[43]۔

تجزیہ

امام زرقانیؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جو طلاق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تین واقع کی جاتی تھی وہ عہد عمرؓ سے پہلے ایک واقع کی جاتی تھی، کیونکہ لوگ تین بہت کم استعمال کرتے تھے لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس کا استعمال زیادہ ہوا[44]۔

شریعت کا مقصد زوجیت کا رشتہ قائم کر کے ایک پر سکون اور باحیاء معاشرے کو جنم دینے کا ہے۔ طلاق اس مقصد میں دراڑ ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ سیدنا عمرؓ نے اس خطرہ کو محسوس کیا کہ اگر لوگ طلاق کے معاملے میں تساہل کے شکار ہوئے تو شریعت کا مقصد فوت ہو سکتا ہے اور بات تلون مزاجی تک چلی جائے گی کہ جسے چاہا اٹھا لیا اور جسے ناپسند کیا چھوڑ دیا یا جتنا چاہا فائدہ لے کر پھر پھینک دیا۔ غرض یہ کہ سیدنا عمرؓ نے طلاق کے معاملے میں لوگوں کے عدم احتیاط کا مزاج دیکھ کر ان پر سختی کا فیصلہ نافذ کر دیا۔

7. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چور کے ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقطَعُوا أَيدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللَّهِ[45]

"اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دو، بدلہ ہے ان کے کیے ہوئے کا، سزا ہے اللہ کی طرف سے۔"

اس آیت کی رو سے چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹنا لازمی ہے۔ یہ حکم مطلق ہے اور اس میں کسی حالت کی قید یا استثناء موجود نہیں ہے۔

اسلام نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا عمرؓ نے کچھ مخصوص حالات میں چور کے ہاتھ نہ کاٹنے کا فیصلہ نافذ کر دیا۔ وہ کون سے حالات تھے جس نے سیدنا عمرؓ کو اس فیصلہ پر مجبور کر دیا۔ تفصیل یہ ہے:

یحیی بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھجور کے خوشہ اور قحط کے سال ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے[46]۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

امام احمدؒ نے فرمایا کہ بھوک (قحط) میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یعنی جب حاجت مند (بھوکا) کھانے کی چیز چرائے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ وہ مضطر ہے۔ جوزجانیؒ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: قحط کے سال ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ کیا تمہاری رائے بھی یہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اللہ کی قسم! جب کسی کو حاجت (بھوک) نے مجبور کیا اور لوگ قحط اور تنگی میں مبتلا ہوں تو میں اس کے ہاتھ نہیں کاٹوں گا[47]۔

تجزیہ

حافظ ابن القیمؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط اور بھوک میں مبتلا ہوں تو چور اپنی سانس بچانے کی خاطر چوری کرنے کے لیے مجبور ہے......، لہذا یہ محتاج سے قطع ید کی

سزا ہٹانے کا ایک قوی شبہہ ہے، بلکہ فقہاء کے ذکر کردہ کئی دوسرے شبہوں کے مقابلے میں زیادہ مضبوط شبہہ ہے [48]۔

حافظ ابن القیمؒ کا اشارہ فقہاء کے اس قول کی طرف ہے:

الحدودُ تُدرءُ بالشبهاتِ [49]

"یعنی حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں"۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حدود دفع کردو جہاں تک دفع کرنے کی وجہ پاسکو [50]۔

غرض یہ کہ قرآن کریم کی آیت اگرچہ مطلق ہے لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وقت کی نزاکت نے چور کے ہاتھ نہ کاٹنے پر مجبور کردیا۔

تغیر زمانہ اور اصول دین

آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ دینا ضروری ہے، جس کے بغیر یہ مقالہ نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ دین اسلام میں کچھ احکام بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں اصول دین اور ضروریات دین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج ان میں سرفہرست ہیں۔ مذکورہ احکام کسی بھی حالت، زمانہ اور عرف میں تغیر کے متحمل نہیں ہو سکتے بلکہ جو لوگ ان احکام میں غفلت برتتے ہیں یا انکار کی جرأت کریں تو حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان کے خلاف کارروائی کرے۔

اس کی سب سے بڑی دلیل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب تقریباً نصف امت نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتے ہیں کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں تخفیف کی رائے ظاہر کی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر لوگ مجھ سے ایسی رسی بھی منع کریں جو نبی کریم ﷺ کو دیتے تھے تو بھی

میں ان سے لڑوں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بات کی اہمیت سمجھ گئے تو فرمایا کہ اللہ کی قسم ! اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا سینہ کھول دیا ہے۔ میں جان گیا کہ ان کا لڑنا حق ہے [51]۔

تجزیہ

شاید یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مایہ ناز محقق علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اپنی کتاب میں اس قاعدہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

لِتَغَيُّرِ بَعْضِ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ[52]

"معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر ضروریات دین پر تھی جس کی بناء پر قاعدہ میں بعضیت کی قید بڑھادی۔"

خلاصہ بحث

احکام اسلام پر وقت کے تغیر کا اثر روز روشن کی طرح واضح ہے، جس کی مثال خود نبی کریم ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ابتدائے اسلام میں قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا کیونکہ لوگ فقر و فاقہ میں مبتلا تھے لیکن بعد میں معیشت میں وسعت آنے کے باعث اس کی اجازت دیدی [53]۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خاص کر خلفاء راشدین نے زمانہ اور اہل زمانہ کے تیور میں تبدیلی کے باعث مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکامات میں تبدیلیاں کیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قراء کی شہادت کے باعث قرآن کریم تدوین کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اختلاف کے باعث ان کو لغت قریش پر جمع کر دیا اور زمانے میں خیانت کی بدبو بڑھنے کی وجہ سے لقطہ کے اٹھانے کا حکم نافذ کر دیا۔ تقریبا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عورتوں اور لوگوں کے مزاج میں بے حیائی کا بڑھتا ہوا رنگ دیکھ کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے وقار اور عزت کی فضاء دیکھتے ہوئے مؤلفۃ قلوب کو مصارف زکوۃ سے خارج کر دیا، لوگوں کے عدم احتیاط کے باعث طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ کر دیا اور ملک میں غربت واحتیاج پھیلنے کے باعث چور کے ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم نامہ جاری کر دیا۔

یہ ایسے چند بڑے بڑے احکامات ہیں جن سے زمانہ اور اہل زمانہ کے مزاج میں تبدیلی کے باعث مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تغیر فتوی کی اہمیت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد۔آپ ایک بہترین عالم، کثیر علوم کے ماہر وامام تھے۔آپ امام ابن تیمیہؒ سے خاص محبت رکھتے تھے،اس لئے آپؒ کی تالیفات پر امام موصوف کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔(ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ: ۲ ۲۲۱، مؤسسۃ التاریخ العربی، (س۔ن))

2 ابن القیم محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ۴: ۲۰۵، دار الجیل بیروت، ۱۹۷۳ء

3 وسطی عرب کا ایک علاقہ جسے اصل میں جو (وادی کی تہہ) کہتے تھے۔ قبل از اسلام یمامہ میں بنو جدیس آباد تھے۔ بعد کے زمانے میں نمیر بن عمیر، باھلہ بن یعصر، قبیلہ تمیم اور اس کے موالی یمامہ میں آباد ہوئے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۳: ۳۱۰، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء)

4 زید بن ثابتؓ خزرجی۔کاتب وحی تھے۔۱۱ سال کی عمر میں ہجرت کی۔دین میں تفقہ اور کافی سمجھ بوجھ رکھنے کی وجہ سے مدینہ میں قضاء، فتوی، قراءت اور میراث میں سردار کی حیثیت رکھتے تھے۔قرآن کریم کی جمع وتدوین میں بڑا کردار ادا کیا۔(ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲: ۶۶۰، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۲ھ---خیر الدین زرکلی، الاعلام ۳: ۵۷، دار العلم ملایین، ۲۰۰۲ء)

5 سیدنا ابو بکر صدیق، عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر۔پہلے خلیفہ راشد اور مردوں میں اسلام لانے والے پہلے صحابی ہیں۔اسلام سے پہلے قریش کے سرداروں اور امیروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔رحمت وشفقت میں شہرت رکھتے تھے۔(الاصابہ ۴: ۱۶۹---الاعلام ۴: ۱۰۲)

6 سیدنا عمر بن الخطاب بن نفیل، قرشی، عدوی، ابو حفص۔دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔سب سے پہلے امیر المؤمنین کے لقب سے نوازے گئے۔جاہلیت میں قریش کے بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔نبی کریم ﷺ کی دعا سے مسلمان ہوئے۔فتوحات کی وجہ سے مملکت اسلامیہ کو بڑی وسعت فراہم کردی۔شعبہ بن مغیرہؓ کے غلام ابو لؤلؤ فیروز فارسی نے شہید کیا۔(الاصابہ ۴: ۵۸۸---الاعلام ۵: ۴۵)

7 صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن (۶۶) باب: جمع القرآن (۳) حدیث (۴۹۸۶) دار المعرفہ بیروت، لبنان، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

8 جنگ یمامہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف ۱۱ہجری کو لڑی گئی۔ مسیلمہ کو قاتل حمزہ سیدنا وحشیؓ نے قتل کر دیا۔اس جنگ میں عظیم صحابہ شہید ہوئے۔(عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، تاریخ الخلفاء ۱: ۶۷،مطبعۃ السادہ، مصر،۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء)

9 بیر معونہ، جنگ احد کے چار مہینے بعد واقع ہوئی۔ابو براء مالک بن عامر نے رسول اللہ ﷺ سے اہل نجد کو دعوت دینے کے لیے کچھ صحابہ کی ادعاء کی۔یہ صحابہ بنو عامر کی زمین واقع بیر معونہ کے پاس ٹھہرے، جنہیں عامر بن طفیل نے شہید کیا۔

(ابن عبدالبر قرطبیؒ، الدرر فی اختصار المغازی والسیر ۱: ۱۷۱، وزارۃ الاوقاف مصریہ،۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء)

10 صحیح بخاری، کتاب المغازی(۶۴) باب: من قتل من المسلمین یوم أحد(۲۶) حدیث(۴۰۷۸)

11 سیدنا عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ، قرشی۔ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ ذوالنورین لقب سے ملقب تھے۔ جاہلیت میں شریف اور معزز تھے۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ سب سے پہلے سیدہ رقیہؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اسلام کے لیے کئی مالی قربانیاں دیں۔ کوفہ، بصرہ اور مصر کے بلوائیوں نے شہید کیا۔(الاصابہ ۴: ۴۵۶۔۔۔الاعلام ۴: ۲۱۰)

12 سیدہ حفصہ بنت عمر جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ مکہ معظمہ میں پیدائش ہوئیں۔ آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے سے قبل خنیس بن حذافہ کی زوجیت میں تھیں۔آپ ﷺ نے ۳ہجری میں ان سے نکاح کیا۔ مدینہ میں وفات پائی۔(الاصابہ ۷: ۵۸۱۔۔۔الاعلام ۲: ۲۶۵)

13 صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن(۶۶) باب: جمع القرآن (۳) حدیث(۴۹۸۶)

14 سیدنا انس بن مالکؓ انصاری، بلند مرتبہ اور خادم رسول ﷺ تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں اسلام قبول کیا۔ ذوالاذنین لقب سے ملقب تھے۔ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔(الاصابہ ۱: ۱۲۶۔۔۔الاعلام ۲: ۴۲)

15 سیدنا حذیفہ بن یمانؓ بن جابر عبسی۔ والد کا اصل نام حسل تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے رازداں صحابی تھے۔ بہادر اور جوان مرد تھے۔ سیدنا عمرؓ نے ان کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ مدائن میں وفات پائی۔ (الاصابہ ۲: ۴۴۔۔۔الاعلام ۲: ۱۷۱)

16 آرمینیہ وسطی ایشیا کے مرکزی اور بلند ترین حصے پر مشتمل ایک ملک ہے۔آب وہوا انتہائی تکلیف دہ ہے۔ موسم سرما باقاعدہ آٹھ ماہ تک رہتا ہے۔ موسم گرما شاذونادر ہی دو ماہ سے زائد کا ہوتا ہے۔ ایک خاص قسم کپڑے قرمز کی فروخت میں شہرت رکھتا ہے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲: ۴۲۲)

17 آذر بائی جان، یہ مملکت بحیرہ خزر کے ساحل اور دریائے ارس کے درمیان واقع ہے۔ گرمیوں میں بہت گرم اور سردیوں میں بہت سرد ہے۔ ترکاریوں، تمباکو، پھل اور روئی کی پیداوار خوب ہے۔ معدنی پیداوار خاص کر تیل کی پیداوار کے لحاظ سے زرخیز ہے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱: ۴۳)

18 عبداللہ بن زبیر بن عوام، قرشی، اسدی۔ اپنے زمانے میں قریش کے شہسوار تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلے پیدا ہونے والے صحابی ہیں۔ ۶۴ھ میں یزید کی موت کے بعد ان کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ ۹ سال تک خلیفہ رہیں۔ گول سکوں کا اجراء انہوں نے کیا۔(الاصابہ ۴: ۸۹۔۔۔ الاعلام ۴: ۸۷)

19 سعید بن العاصؓ نے سیدنا عمرؓ کے گود میں تربیت پائی۔ جوانی میں سیدنا عثمانؓ نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل اور صفین سے کنارہ کشی اختیار کی تھی۔ طبرستان ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

(الاصابہ ۳: ۱۰۷۔۔۔ الاعلام ۳: ۹۶)

20 سیدنا عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ، مخزومی، قرشی، ابو محمد۔ قریش کے سرداروں میں سے جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ اہل مدینہ کے فقہاء سبعہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مدینہ میں وفات پائی۔ (الاصابہ ۴: ۲۹۵۔۔۔ الاعلام ۳: ۳۰۳)

21 صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن (۶۶) باب: جمع القرآن (۳) حدیث (۴۹۸۷)

22 احمد بن علی (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ) بن محمد، شہاب الدین، ابن حجر عسقلانی۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے پیاسے تھے۔ پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ حدیث، تاریخ اور رجال کے بے مثال عالم تھے۔ (محمد بن علی شوکانی، البدر الطالع، بمحاسن من بعد القرن السابع ۱: ۸۷، مطبعۃ السعادہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔۔۔ الاعلام ۱: ۱۷۸)

23 سیدنا ابی بن کعبؓ بن قیس بن عبید، ابو المنذر، خزرجی، انصاری۔ یہود کے علماء میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کاتبین وحی میں شامل تھے۔ قراءامت میں ان کا شمار ہوتا ہے، مدینہ میں وفات پائی۔ (الاصابہ ۱: ۲۷۔۔۔ الاعلام ۱: ۸۲)

24 سیدنا عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب، ابو عبد الرحمن، ہذلی۔ عقل، فضل اور رسول اللہ ﷺ سے نزدیکت کے اعتبار سے بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مکہ میں قرآن کریم بآواز بلند پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔(الاصابہ ۴: ۲۳۳۔۔۔ الاعلام ۴: ۱۳۷)

25 فتح الباری شرح صحیح البخاری، احمد بن علی بن حجر عسقلانی، ج۹: ۱۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷۹ھ۔

26 علی بن ابی طالب بن عبد المطلب، ہاشمی، قرشی، ابو الحسن۔ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔آپ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ بہادر اور پہلوان تھے۔ سیدہ خدیجہؓ کے بعد بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے صحابی ہیں۔ اکثر جنگوں میں جھنڈا ان کے پاس رہا۔ عبد الرحمن بن ملجم خارجی نے ۱۷ رمضان کو شہید کیا۔

(الاصابہ ۴: ۵۶۴۔۔۔الاعلام ۴: ۲۹۵)

27 فتح الباری ۹: ۱۸

28 مسلم بن حجاج قشیری, صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ (۵) باب: خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ وانھا لا تخرج مطیبۃ (۳۰) حدیث (۱۰۱۷) دار الجیل بیروت، (س۔ن)

29 صحیح بخاری، کتاب الاذان (۱۰) باب: خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس (۱۶۲) حدیث (۸۶۵)

30 نفس مصدر

31 بلال، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور سالم بن عبد اللہ کے بھائی ہیں۔ اپنے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے صرف ایک حدیث: عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو" کا راوی ہے۔ (امام مزی، تہذیب الکمال ۴: ۲۹۶، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)

32 صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ (۵) باب: خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ وانھا لا تخرج مطیبۃ (۳۰) حدیث (۱۰۱۷)

33 صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ (۵) باب: خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ وانھا لا تخرج مطیبۃ (۳۰) حدیث (۱۰۲۰)

34 صحیح بخاری، کتاب الاذان (۱۰) باب: انتظار الناس قیام الامام العالم (۱۶۳) حدیث (۸۶۹)

35 ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبیؒ) ۸: ۱۷۹، دار الکتب المصریہ قاہرہ، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء

36 الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبیؒ) ۸: ۱۷۹

37 محمد بن محمد الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۲۰: ۷۶، مادہ ل ق ط، دار الہدایہ، (س۔ن)

38 صحیح بخاری، کتاب اللقطۃ (۴۵) باب: ضالۃ الابل (۲) حدیث (۲۴۲۸)

39 مالک بن انس، مؤطا امام مالک ۲: ۷۵۹، دار احیاء التراث العربی، مصر، (س۔ن)

40 محمد بن عبد الباقی زرقانی، شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۴: ۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

41 شمس الدین محمد بن سہل سرخسی، المبسوط، ۱۱: ۲، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء

42 کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی ابن ہمام، فتح القدیر ۶: ۱۲۵، دار الفکر، بیروت, (س۔ن)

43 صحیح مسلم، کتاب الطلاق(١٩) باب: طلاق الثلاث(٢) حدیث(٣٧٤٦)

44 شرح الزرقانی علی الموطاأمام مالک ٣: ٢١٨

45سورۃ المائدہ٥: ٣٨

46ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ ١٠: ٢٧، دارالسلفیہ ہندیہ قدیمہ ،(س۔ن)

47 عبداللہ بن احمد بن قدامہ، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ١٠: ٢٨١، دارالفکر بیروت، ١٤٠٥ھ

48 اعلام الموقعین عن رب العالمین ٣: ١٢

49زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم، الاشباہ والنظائر ١: ١٢٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ١٤٠٠ھ/١٩٨٠ء

50 محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود(٢٠) باب: الستر علی المؤمن ودرء الحدود بالشبھات(٥) دارالفکر بیروت،(س۔ن)

51 صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ(٢٤) باب: وجوب الزکاۃ(١) حدیث(١٤٠٠)

52 حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین ٣: ١٨٦، دارالفکر للطباعۃ والنشر، ١٤٢١ھ/ ٢٠٠٠ء

53 صحیح بخاری، کتاب الاضاحی(٧٣)، باب: مایؤکل من لحوم الاضاحی ومایتزود منھا(١٦)، حدیث(٥٥٦٩)